SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 225-229
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: Dr Mamuna Subhani, Dr. Zeenat Afshan, & Dr. Sajjad Naeem. (2024). Common identity, cultural heritage and National language Urdu: مشترکہ شناخت، ثقافتی ورثہ اور قومی زبان اردو. *Shnakhat*, *3*(1), 225-229. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/259

Common identity, cultural heritage and National language Urdu

مشترکہ شناخت، ثقافتی ورثہ اور قومی زبان اردو

Dr Mamuna Subhani Dr. Zeenat Afshan Dr. Sajjad Naeem

Associate Professor, Department of Urdu, Government College University Faisalabad
Assistant Professor, Department of Urdu, Federal Urdu University, Islamabad
Assistant Professor, Department of Urdu, Emerson University, Multan

Abstract

Urdu is a multidimensional language that raises a sense of common identity, preserves cultural heritage, and serves as the national language of Pakistan. Due to its rich historical roots and linguistic diversity, Urdu plays a crucial role in uniting people from different regions, traditions, and backgrounds. Pakistan's national language not only symbolizes unity, but also represents the diverse cultural fabric of the country. Furthermore, Urdu conveys centuries-old traditions, literature, and values through its transmission of cultural heritage. An analysis of Urdu's role in shaping national identity and preserving cultural heritage illustrates Pakistan's intimate relationship between language, culture, and collective identity.

Keywords: Language, National, Identity, Culture, Urdu, Importance

انسان کی اس دنیا میں آمد اور اس کے بعد مسلسل تبدیل ہوتی یہ دنیا اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے کہ یہ تمام تسلسل کسی نہ کسی ربط کی وجہ سے قائم ہے اور اسی ربط کی وجہ سے یہ ہم تک پہنچا ہے۔اس ربط کو عموماً زبان کا نام دیا جاتا ہے۔اس دنیا کی ترقی کی کوئی بھی صورت یا مثال لے لیں اس میں ایک چیز مشترک ہے کہ ان کا تعلق کسی نہ کسی بولی جانے والی بولی یعنی زبان سے جڑا ہے۔کیونکہ زبان خود سے گھڑی ہوئی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ ایک طویل المدتی عمل ہے جو نسل در نسل مختلف الفاظ کے معنی اور مفہوم کے ساتھ آگے منتقل ہوتا رہا ہے۔اور زبان کے بغیر یہ سب ترقی کا گمان کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ خلیل صدیقی رقم طراز ہیں

"بنی نوع انسان نے اپنی طویل تاریخ کے دوران ان گنت زبانیں تخلیق کی ہیں۔اس کا یہ تخلیقی عمل متعدد تجربات کی منزلوں سے گزرتا رہا ہے۔انسان اور زبان کا رشتہ اتنا ناگزیر ہے کہ زبان کے بغیر انسان کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔"(1)

زبان کسی بھی معاشرے کی پہچان بناتی ہے کیونکہ ایک لفظ صرف ایک معنی ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ منسلک ایک پوری تاریخ اور تسلسل کو ظاہر کرتا ہے جو اسے معنی دیتا ہے۔یہ معنی ہماری آسانی اور سمجھ کے لیے تو ٹھیک لیکن اگر اس کی گہرائی اور معنی کے کسی لفظ کے ساتھ جڑنے کے عمل پر اگر ہم نظر دوڑائیں تو ایک چیز مشترک دیکھائی دیتی ہے کہ زبان کی ترقی اور کامیابی کے لیے انسان کی مسلسل کوشش اور محنت شامل ہے۔زبان کی ابتداء کا موضوع ماہرین لسانیات اور ماہرین بشریات کے درمیان بحث کی وجہ ہے۔تاہم، بڑے

پیمانے پر لوگ اس بات کر یقین کرتے ہیں کہ ابتدائی انسانی آبادیوں میں زبان ایک اہم تصرف کے طور پر ابھری۔ اس ابتدائی زبان نے ہمارے آباؤاجداد کو معلومات کے تبادلے، سر گرمیوں میں جڑنے اور پیچیدہ خیالات اور جذبات کے اظہار کی اجازت دے کر ایک ارتقائی فائدہ فراہم کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، مواصلات کی یہ قدیم شکلیں، پیچیدہ اور متنوع زبانوں کی صورتیں اختیار کر گئیں جو آج ہمارے پاس ہیں۔ زبان انسانی وجود کا ایک بنیادی پہلو ہے، جو مواصلات، ثقافت اور شناخت کے لیے ایک طاقتور ذریعہ کے طور پر کام کرتی ہے۔ زبان نے پوری تاریخ میں قوموں کی تشکیل اور ترقی میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ زبان قوم کی تعمیر میں مختلف طریقے سے کردار ادا کر سکتی ہے جس کی مختلف صورتیں درج ذیل ہیں۔

ثقافتی شناخت: زبان ثقافتی شناخت کا سنگ بنیاد ہے۔ یہ معاشرتی اقدار، عقائد اور روایات کی عکاسی کرتی ہے۔ مشترکہ زبان افراد کے درمیان تعلق کے احساس کو فروغ دیتی ہے، کسی خاص ثقافت یا قوم سے ان کا تعلق مضبوط کرتی ہے۔

اتحاد اور ہم آہنگی: ایک مشترکہ زبان علاقائی، نسلی اور مذہبی اختلافات سے بالاتر ہو کر لوگوں کے متنوع گروہوں کو متحد کر سکتی ہے۔ یہ شہریوں کے درمیان رابطے، افہام و تفہیم اور تعاون کی سہولت فراہم کرتا ہے، جو کہ ایک مربوط قوم کی تعمیر کے لیے ضروری ہیں۔

سیاسی طاقت: سیاست میں زبان ایک طاقتور ہتھیار ہو سکتی ہے۔ اسے کسی خاص نظریے یا حکومت کے لیے حمایت کو متحرک کرنے کے ساتھ ساتھ قومی خود مختاری پر زور دینے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ حکومتیں اکثر اپنے اختیار کو مستحکم کرنے اور قوم کو متحد کرنے کے لیے ایک مخصوص زبان کو فروغ دیتی ہیں۔

تعلیم اور خواندگی: زبان وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے علم کی ترسیل ہوتی ہے۔ ایک معیاری زبان تعلیم اور خواندگی کے لیے ضروری ہے، جو شہریوں کو معلومات تک رسائی، افرادی قوت میں حصہ لینے اور ملک کی ترقی میں حصہ ڈالنے کے قابل بناتی ہے۔

ثقافت کا تحفظ: زبان وہ گاڑی ہے جس کے ذریعے ثقافتی ورثہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا ہے۔ کسی قوم کے اندر ثقافتی تنوع کو برقرار رکھنے کے لیے دوسے چار زبانوں کے تحفظ اور احیاء کی کوششیں بہت ضروری ہیں۔

زبان کے ارتقا اور اس کی جائے پیدائش سے اس کے بولنے والوں کی پہچان کے ساتھ ساتھ ایک ثقافت کا بھی پتہ چلتا ہے جیسے کہ مدھیہ دیش اردو کی جائے پیدائش تصور کیا جاتا ہے کیونکہ مسلمانوں اور اس سے قبل یہاں آباد لوگوں کی زبان اور ثقافت میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہ مماثلت اردو ادب کا ایک ورثہ ہے۔ کیونکہ زبان انسان کے تعلق کا ایک ذریعہ اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں کے ساتھ اپنے تجربات، خیالات اور نئے رستے تلاش کرنے کا نام ہے۔ اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر ہم اردو زبان اور برصغیر کی تاریخ کو دیکھیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح ہمارے آباؤاجداد نے اپنی زندگی کے تجربات اور سوچ کو ہم تک منتقل کیا اور آج ہم ایک آزاد ریاست میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اوگلی کے مطابق

"Through the transmission of meanings, language is enriched with new concepts and words in certain conditions of development of the material and spiritual culture of society. Therefore, language and its functions play the role of communication, cognition, cognition, development of thinking, and so on."(2)

اردو زبان کا ارتقا بھی مختلف ادوار پر مشتمل ہے جس کے حوالہ سے ماہر لسانیات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ خورشید حمرا صدیقی لکھتے ہیں کہ

"(1) برج بھاشا، (2) بندیلی، (3) قنوجی، (4) ہریانی، اور (5) کھڑی بولی۔ یہ پانچوں بولیاں چونکہ مغربی ہندی کی شاخیں ہیں اس لیے ان میں مشابہتوں کا ہونا لازمی ہے۔ انہیں مشابہتوں کے باعث اردو کے آغاز کے نظریوں میں اختلاف رونما ہوا۔"(3)

انہی مشابہتوں کو اگر ہم موضوع بنالیں تو اردو کی تاریخ اور ارتقاء کا عمل تیزی سے ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اردو کی پنجابی سے زیادہ مماثلت کی وجہ سے ہی حافظ محمود شیرانی کا نظریہ "پنجاب میں اردو" زیادہ قابل قبول دیکھائی دیتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اگر ہم کسی زبان کی اہمیت کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں تو اس کی مقبولیت اور بڑی سطح پر اس کا استعمال ہونے کا پیمانہ ہی کافی ہے۔ اگر ہم برصغیر پاک وہند کی بات کریں تو آزادی سے قبل انگریزوں نے انگریزی زبان کو سرکاری سطح پر رائج کیا تھا اور تمام سرکاری سطح کے معاملات اسی زبان میں کیے جاتے تھے لیکن یہ مقامی لوگوں کی زبان نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ عام نہیں ہوئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اور آزادی کے بعد بھی انگریزی زبان کو ہی سرکاری زبان کی سطح پر قائم رکھا گیا جس کی وجہ سے مقامی افراد کی بڑی تعداد جو کہ انگریزی سے واقف نہیں تھی اس سے دور ہونے لگی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مقامی کم پڑھے لکھے لیکن کئی ہنر مند افراد قومی خدمت میں اپنا حصہ ڈالنے سے محروم رہتے چلے گئے۔

زبان کسی قوم کی شناخت، ثقافت اور ورثے کے بنیادی پہلو کے طور پر کام کرتی ہے، جو اس قوم کے اجتماعی شعور کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ قومی زبان کو اپنانا اتحاد کی ایک طاقتور علامت کے طور پر جانا جاتا ہے، ایک مشترکہ لسانی ڈھانچہ علاقائی اور نسلی تقسیم سے بالاتر ہوتا ہے۔ یہ متنوع آبادیوں کے درمیان موثر رابطے کا ذریعہ فراہم کرتا ہے، شہریوں کے درمیان افہام و تفہیم اور ہمدردی کو فروغ دیتا ہے۔ ایک مشترکہ زبان مختلف خطوں، نسلوں اور سماجی طبقات کے درمیان فرق کو ختم کرنے میں مدد کرتی ہے، جو لسانی اختلافات کی وجہ سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں اور تنازعات کے امکانات کو کم کرتی ہے۔ جب ہم کسی مخصوص زبان سے متعلق موضوعات پر بات کرتے ہیں تو اس سے زبان کو پہچاننے میں آسانی ہوتی ہے اور ثقافت بھی آج اس کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو رہی ہے۔ جدید ترقی اور ٹیکنالوجی کے ساتھ بہت سی نئی جہتیں رونما ہو رہی ہیں جسے آپ بولنے کے مختلف انداز کی صورت میں محسوس کر سکتے ہیں۔ آج کے نوجوان کے بولنے کا انداز اس حقیقت کا عکاس ہے۔ زبان کی زندگی اور ترویج کے لیے انہی نوجوانوں کا کردار بہے اہم ہے۔

ڈاکٹر رابعہ سرفراز لکھتی ہیں

"کوئی بھی زبان اس وقت تک زندہ رہتی ہے جب تک اسے بولنے، سمجھنے، سننے اور یاد رکھنے والے افراد موجود ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ علم وادب اور فکر و آگہی کے تمام تقاضے بھی احسن طریقے سے پورے کرتی ہے۔ لیکن اگر وہ بول چال کی زبان نہ رہے تو محض کتابیں ان زبانوں کو زندہ نہیں رکھ سکتیں۔"(4)

پاکستان بننے کے بعد قائد اعظم کو جن مسائل کا سامنا تھا ان میں سے ایک قومی زبان بھی تھا۔ بنگال کے لوگ بنگالی زبان کو قومی زبان بنانا چاہتے تھے جبکہ مغربی پاکستان کے لوگ اردو کو قومی زبان بنانا چاہتے تھے جس کی وجہ سے بنگال میں بڑے پیمانے پر احتجاج اور ریلیاں بھی نکالی گئیں۔ قائد اعظم نے 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں لوگوں سے خطاب کے دوران سرکاری اور قومی زبان کے مسئلہ پر بات کرتے ہوئے واضح کر دیا تھا کہ قومی زبان ایک ہی اور اردو ہوگی جو کہ قومی یکجہتی اور اتحاد کی علامت بنے گی۔ قائد اعظم یہ بات باخوبی جانتے تھے کہ ملکی اتحاد کے لیے ایک زبان پر متفق ہونا بہت ضروری ہے تاکہ سرکاری سطح پر ہونے والے فیصلے اور احکامات متاثر ہونے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے اسی سلسلے میں قائد اعظم نے ڈھاکہ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"...Whether Bengali shall be the official language of this Province is a matter for the elected representatives of the people of this Province to decide. I have no doubt that this question shall be decided solely in accordance with the wishes of the inhabitants of this Province at the appropriate time...But let me make it very clear to you that the State Language of Pakistan is going to be Urdu and no other language. Anyone who tries to mislead you is really the enemy of Pakistan. Without one State language, no nation can remain tied up solidly together and function...Therefore, so far as the State Language is concerned, Pakistan's language shall be Urdu." (5).

قومی زبان تعلیم اور گورننس میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ میڈیا کے ذریعے جو معلومات، پالیسیوں اور ثقافتی اقدار کو پھیلانے میں جو سہولت قومی زبان فراہم کرتی ہے وہ مقامی زبان سے حاصل کرنا ممکن نہیں۔ یہ نوجوانوں کی شمولیت کو فروغ دینے اور تمام شہریوں کے لیے مساوی مواقع تک رسائی کو آسان بنا دیتی ہے، اس بات کے قطع نظر کہ ان کا لسانی پس

منظر کیا ہے۔اس بات کو سمجھنے کے لیے اسرائیل اور انڈونیشیا کی تاریخ کو جاننا ہمارے لیے ضروری ہے کہ کس طرح مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں نے اپنی قومی پہچان کے لیے ایک زبان کو منتخب کیا اور کامیابی سے دنیا میں اپنی پہچان بنائی۔ایک قومی زبان کی اہمیت اور کامیابی کو سمجھنے کے لیے اسرائیل کی مثال قابل غور ہے۔اسرائیل میں جب دنیا کے مختلف حصوں سے آئے لوگوں نے آکر آباد ہونا شروع کیا تو ان کا ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ کرنے میں مشکل کا سامنا تھا کیونکہ وہ فرانس، روس، جرمنی، یورپ، عرب اور ترکی کے مختلف شہروں سے ہجرت کر کے آئے تھے اور ان کی زبانیں مختلف تھیں۔تو موجودہ اسرائیل کے باپ سمجھے جانے والے(Eliezer Ben Yehuda)نے ایک زبان کو اپنانے پر زور دیا اور یوں "ہبرو"زبان اسرائیل کی قومی زبان کے طور پر سامنے آئی۔اسرائیل کی قومی زبان قومی یکجہتی کو فروغ دینے، موثر مواصلات کو فروغ دینے، ثقافتی ورثے کے تحفظ اور جامع طرز حکمرانی اور تعلیم کو فعال کرنے میں بلاشبہ اہم کردار ادا کرتی ہوئی نظر آئی۔اسی طرح سے اگر ہم انڈونیشیا کو دیکھیں تو وہ بھی ایک زبان سے محروم تھے کیونکہ وہ مختلف علاقوں سے اکھٹے ہوئے لوگوں کا وطن تھا جن کو ایک دوسرے کے ساتھ مشترک شراکت کی ضرورت تھی جو ان کو آپس میں جوڑ کر رکھے۔جو کہ ایک زبان کی صورت میں 1949ء میں انڈونیشیا کی آزادی کے ساتھ ہی مکمل ہوئی

“Finally, on December 27, 1949, the Netherlands transferred sovereign rights to the new Republic of Indonesia. In his inaugural speech, President Sukarno proclaimed "one people, one language, and one country." (6)

ان دونوں ممالک کے علاوہ چین، روس، سعودی عرب اور ترکی جیسے ممالک اپنی قومی زبان کو بین الاقوامی سطح پر منوا چکے ہیں۔ان ممالک کے سربراہان نے انگریزی کے بجائے اپنی مقامی یعنی قومی زبان کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر رابطے کے لیے استعمال کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ انگریزی ہی دنیا میں کامیابی کی واحد زبان نہیں۔ قوموں کے اتحاد کے لیے قومی زبان بلاشبہ بہت ضروری ہے۔ یہ ایک متحد قوت کے طور پر کام کرتی ہے، شہریوں کے درمیان تعلق، مشترکہ شناخت اور موثر رابطے کے احساس کو فروغ دیتی ہے۔ پالیسی سازوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ لسانی تنوع کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ایک مشترکہ زبان کو فروغ دینے کی ضرورت کو ذہن میں رکھیں۔ کیونکہ قومی زبان کسی قوم کی دنیا میں پہچان کے ساتھ ساتھ اس قوم کی تاریخ اور اقدار کی بھی محافظ ہوتی ہے۔اس کے علاوہ، قومی زبان کا تحفظ کسی قوم کے ثقافتی ورثے کے تحفظ میں معاون ہوتا ہے، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ روایات، کہانیاں اور تاریخی علم نسل در نسل منتقل ہوتا رہے۔

اگر ہم بیلجیم کی مثال لیں تو ایک نئی صورت سامنے آتی ہے کہ ان کی 3 قومی/سرکاری زبانیں ہیں جس کا مقصد زبانوں کے تغیر، لوگوں کی شناخت اور تاریخ کا تحفظ ہے۔اور ساتھ ہی مقامی مسائل اور تناؤ کو قابو کرنا بھی تاکہ قومی یک جہتی قائم رہ سکے۔انڈیا کی بات کریں تو انڈیا میں 14 سے بھی زیادہ سرکاری زبانیں ہیں جو کہ مختلف ریاستوں اور مختلف لوگوں پر مشتمل ہے۔اتنی بڑی تعداد میں زبانیں ہونے کے باوجود ہندی کو قومی زبان کا درجہ دیا گیا ہے کیونکہ ہندوستان کی آبادی میں زیادہ تعداد ہندی بولنے والوں کی ہے۔ جس کا ایک مقصد قومی یکجہتی ہے تاکہ ملک مجموعی طور پر ترقی کر سکے لیکن علاقائی تعصب اور ثقافتی فرق انڈیا میں مسلسل ایک زبان سے ہٹ کر اپنی اپنی زبان کو آگے لانے کی کشمکش یکجہتی کی راہ میں رکاوٹ بنتی جا رہی ہے۔ جس کی مثال خالصتان، ناگالینڈ، اور کشمیر جیسے علاقوں میں مسلسل علیحدگی کی تحریکیں کام کر رہی ہیں جو کہ ہندی کو قومی زبان ماننے کو تیار نہیں۔انڈیا کی موجودہ صورتحال کے بارے میں Gunner Myrdal[7] بات کرتے ہیں کہ یہاں مخصوص ایلیٹ کی زبان یا باہر سے آئی زبان کو عوام پر مسلط کرنے کی کوشش ہے جو کہ ممکن نہیں کیونکہ جس زبان کو سکول، کالج اور کام کی جگہ پر کوئی سمجھے گا نہیں تو اس سے قومی تشخص کیسے پیدا ہوگا۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے بقول

"اردو قید مقام سے آزاد ہے۔ کبھی پنجاب کے لہلہاتے سبزہ زاروں میں اس نے بچپن گزارا اور کبھی دلی کی گلیوں اور بازاروں میں اسے پھرتے دیکھا گیا۔اس کی جوانی کی اٹھان دکن اور گجرات میں ہوئی پھر یہ شمالی ہند میں لوٹی تو دلی کی شاہی اسے نصیب ہوئی۔دلی اجڑ کر فیض آباد اور لکھنو پر رونق آئی تو اس نے پورب دلیں کو اپنا مسکن بنایا لیکن اس کی آواز سرحد کے بلند پہاڑوں، بنگال کے دریاوں، لہلہاتے دھانوں کے کھیت، سندھ کے روپیلے، چمکتے ریتلے میدانوں، کشمیر کے سبزہ زاروں اور جوئے باروں میں ہر جگہ سنائی دیتی رہی۔جدید ہندوستانی پاکستانی زبانوں میں یہ وسعت، ہمہ گیری اور پھیلاؤ اردو ہی کے حصہ میں آیا ہے اور آج بھی یہ اس کی ایک ممتاز روایت ہے۔"(8)

انگریزی زبان پاکستان کی قومی زبان تو نہیں البتہ سرکاری زبان ضرور ہے یعنی ہمارے تمام پرچہ جات، تعلیم، عدالت، حکومت اور انتظامیہ کے تمام معاملات انگریزی میں ہی قابل قبول ہیں جس کی وجہ سے ایلیٹ اور چند انگریزی سمجھنے والے لوگوں کے علاوہ پاکستان کی آبادی کا بہت بڑا حصہ اسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ پاکستان میں قومی زبان کے مسائل اور اس کے حل کے لیے 1973 کے آئین میں 251 شق موجود ہے جس کی پہلی شق کے مطابق اردو پاکستان کی قومی زبان ہے اور آج کے دن سے 15 سال تک اس طرح کے انتظامات کئے جائیں گے کہ اردو زبان کو عملی طور پر سرکاری زبان بنایا جاسکے۔ 251 کی پہلی شق کو مد نظر رکھتے ہوئے انگریزی کو اردو کے رائج ہونے تک سرکاری زبان کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اس شق پر عمل کرنے کی بجائے انگریزی پڑھنے والے اور پڑھانے والوں نے ایک ایسی ایلیٹ کو جنم دیا جو انگریزی کے مقابلے میں اردو کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جس کی ایک مثال 2017 میں فیڈرل پبلک سروس کمیشن نے اردو میں سی ایس ایس کے امتحان لینے کی اجازت صرف عدالت کے کہنے پر دی لیکن عملی طور پر اردو میں پرچہ حل کرنے والوں کو انگریزی میں لکھنے والوں سے کم تر ہی تصور کیا گیا جس کی وجہ سے اردو میں پرچہ لکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کی بجائے کمی ہی ہوتی جا رہی ہے۔ قائداعظم نے فرمایا تھا

"اگر پاکستان کے مختلف حصوں کو باہم متحد ہو کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونا ہے تو اس کی سرکاری زبان ایک ہی ہو سکتی ہے اور وہ میری ذاتی رائے میں اردو اور صرف اردو ہے۔"(9)

قائداعظم کے قول اور موجودہ صورتحال کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قوم کی ترقی اور کامیابی کے لیے ایک زبان کا قومی زبان، سرکاری زبان ہونا ضروری ہے جو نہ صرف عوام کو آپس میں جوڑنے میں مددگار ہے بلکہ آئندہ آنے والی نسل کے لیے ایک مسلسل شمع کا کام کرتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ خلیل صدیقی، زبان کا ارتقاء، کوئٹہ: قلات پبلیشرز، 1977ء، ص 12-13

2. Sharofiddinov Yashnar Tolibjon Ogli, The Importance of Language in Society, International Journal of Academic Multidisciplinary Research (IJAMR), Vol. 4 Issue 10, 2020, pg. 116-118

3۔ ڈاکٹر خورشید حمرا صدیقی، اردو زبان کا آغاز: مختلف نظریے اور حقائق، جموں کشمیر: شمع پبلی کیشنز، 1993ء، ص 11-12

4۔ رابعہ سرفراز، ڈاکٹر، اردو زبان اور بنیادی لسانیات، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، 2015ء، ص 21

5. Yaqoob Khan Bangash, Jinnah, culture and language, The News International, 9 October 2016

6. Teodoro A. Llamzon, The Integrative Function of Language: Do We Need a National Language to Unite Us? , Philippine Studies, Ateneo de Manila University, Vol 21, No.3, (1973), pp. 259-267

7. -do-, pg. 267

8۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، ادب و لسانیات، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، 1970ء، ص 204

9۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، تحریک نفاذ اردو، اسلام